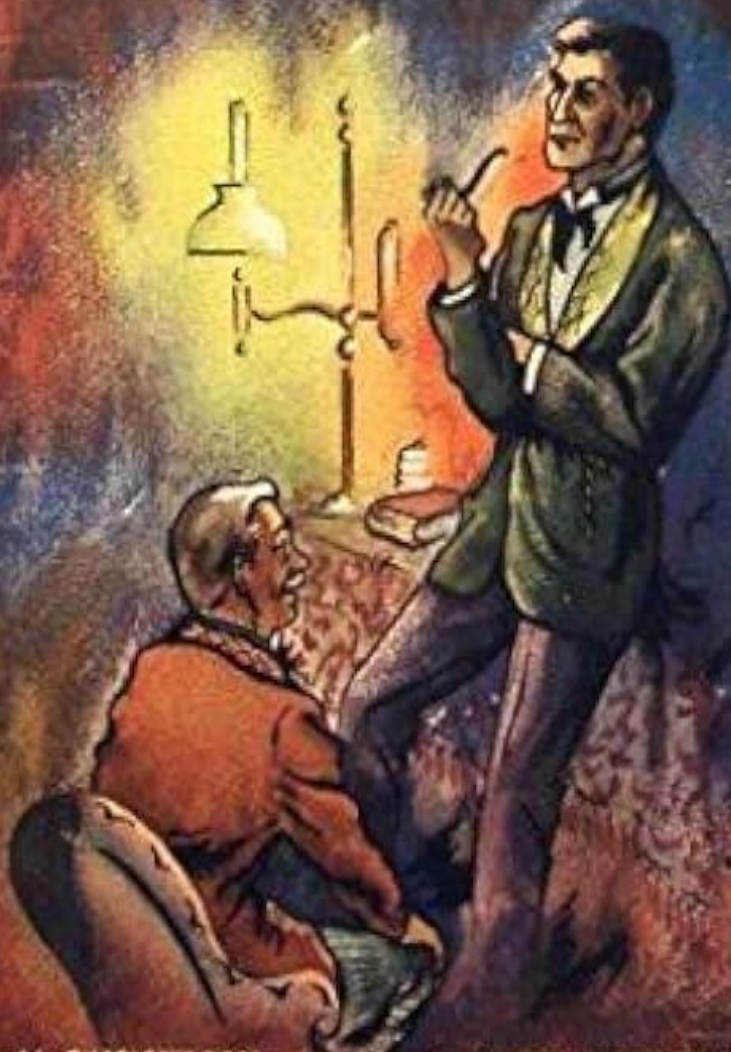


THE BOOK OF

ترجمہ و تخریج: مظہر حسین

گھڑیوں کی بازگشت

A. Conan Doyle



Illustrated by CHARLOTTE ROSS Int. Dedication by MAY LAMBERTON BECKER

A Rainbow Classic

# گھڑیوں کی بازگشت

<https://www.facebook.com/share/g/17gVK6Xocf/>

**بہت** سے لوگ اب بھی "رگبی معممہ" کے نام سے مشہور ہونے والے اس غیر معمولی واقعے کو یاد رکھتے ہوں گے، جس نے 1892 کے بہار میں کئی ہفتوں تک اخبارات کے صفحات بھر دیے تھے۔ چونکہ یہ واقعہ ایک بے حد پرسکون دور میں پیش آیا تھا، شاید اسی وجہ سے اس نے توقع سے زیادہ توجہ حاصل کر لی۔ اس میں ایک ایسا امتزاج تھا، جس میں عجیب و غریب پہلو اور المیہ دونوں شامل تھے، جو عوام کے تخیل کو ابھارنے کے لیے کافی تھا۔

تاہم، کئی ہفتوں کی ناکام تحقیقات کے بعد جب کوئی حتمی نتیجہ سامنے نہ آ سکا، تو لوگوں کی دلچسپی کم ہوتی چلی گئی، اور یہ المیہ وقت کے ساتھ ان پراسرار اور نامعلوم جرائم کی فہرست میں شامل ہو گیا، جن کا کوئی سراغ کبھی نہ مل سکا۔

مگر حال ہی میں ایک نئی اطلاع موصول ہوئی ہے، جس کی حقیقت پر کوئی شک نہیں کیا جاسکتا، اور اس نے اس معاملے پر واضح روشنی ڈال دی ہے۔ اس اطلاع کو عوام کے سامنے پیش کرنے سے پہلے بہتر ہو گا کہ میں ان اہم واقعات کی یاد تازہ کر دوں، جن پر یہ پوری کہانی مبنی ہے۔

واقعات کچھ یوں تھے۔

18 مارچ ۱۸۹۲ء کی شام پانچ بجے ایک ٹرین یوسٹن اسٹیشن سے مانچسٹر کے لیے روانہ ہوئی۔ اس روز موسم بارش اور تیز ہواؤں کے باعث نہایت خراب تھا اور وقت کے ساتھ مزید خراب ہوتا چلا گیا۔ ایسا موسم کسی بھی مسافر کے لیے سفر کے لیے موزوں نہیں تھا، سوائے ان کے جو کسی ضروری کام کی وجہ سے مجبور تھے۔ یہ ٹرین مانچسٹر کے کاروباری افراد میں خاصی مقبول تھی، کیونکہ یہ صرف چار گھنٹے اور بیس منٹ میں وہاں پہنچتی تھی، اور دوران سفر صرف تین جگہوں پر رکتی تھی۔ اس خراب موسم کے باوجود، ٹرین میں خاصی تعداد میں مسافر موجود تھے۔

ٹرین گارڈ ایک ایماندار اور تجربہ کار ملازم تھا، جو بغیر کسی شکایت یا غلطی کے بائیس سال تک کہنی کے ساتھ کام کر چکا تھا۔ اس کا نام جان پالمر تھا۔ اسٹیشن کی گھڑی پانچ بجنے کو تھی، اور گارڈ انجن ڈرائیور کو روانگی کا اشارہ دینے ہی والا تھا کہ اس نے دیر سے پہنچنے والے دو مسافروں کو پلیٹ فارم پر تیزی سے آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک غیر معمولی لمبا آدمی تھا، جو ایک لمبے سیاہ اوور کوٹ میں ملبوس تھا، جس کے کالر اور کف قیمتی کھال کے تھے۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے، شام کا موسم خراب تھا، اور لمبے آدمی نے اپنے کوٹ کا اونچا گرم کالر اپنی گردن کے گرد لپیٹا ہوا تھا تاکہ مارچ کی تیز ہوا سے بچ سکے۔ گارڈ کی مختصر نظر سے اندازہ ہوا کہ وہ پچاس اور ساٹھ سال کی عمر کے درمیان کا آدمی تھا، مگر اب بھی اپنی جوانی کی طاقت اور پھرتی برقرار رکھے ہوئے تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں بھورا چمڑے کا بیگ تھا۔

اس کی ساتھی ایک خاتون تھی، جو لمبی اور سیدھی قامت کی مالک تھی اور اتنی تیزی سے چل رہی تھی کہ اس کے ساتھ کا مرد پیچھے رہ جا رہا تھا۔ وہ ایک لمبا، ہلکے بھورے رنگ کا کوٹ پہنے ہوئے تھی، اور اس کے سر پر ایک کالا، چست ٹوپی نما ہیڈ ڈریس تھا۔ اس کے چہرے کا زیادہ تر حصہ ایک گہرے رنگ کی جالی دار نقاب سے ڈھکا ہوا تھا۔ یہ دونوں باپ اور بیٹی معلوم ہو رہے تھے۔ وہ جلدی جلدی گاڑی کے ڈبوں

کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اندر جھانک رہے تھے، یہاں تک کہ گارڈ، جان پامران کے قریب پہنچا۔

اس نے کہا۔ جلدی کریں، ٹرین جا رہی ہے،

مرد نے جواب دیا۔ فرسٹ کلاس،

گارڈ نے قریب ترین دروازے کا ہینڈل گھمایا۔ جس ڈبے کا دروازہ اس نے کھولا، اس میں ایک چھوٹے قد کا آدمی بیٹھا تھا، جس کے منہ میں سگار تھا۔ اس کی شکل و صورت گارڈ کے ذہن میں نقش ہو گئی، کیونکہ بعد میں وہ اسے بیان کرنے یا پہچاننے کے لیے تیار تھا۔ وہ تقریباً چونتیس یا پینتیس سال کا شخص تھا، جس نے سرمئی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اس کی ناک نوکیلی تھی، وہ چوکنا نظر آ رہا تھا، اس کا چہرہ سرخی مائل اور دھوپ سے جھلسا ہوا تھا، اور اس کی چھوٹی، گھنی سیاہ داڑھی تھی۔

جب دروازہ کھلا تو اس نے اوپر دیکھا۔ لمبے آدمی نے قدم سیدھی پر رکھتے ہوئے رُک کر کہا، "یہ سگریٹ نوشی کا ڈبہ ہے۔ خاتون کو دھوئیں سے پریشانی ہوتی ہے۔"

گارڈ جان پامران نے جواب دیا، "ٹھیک ہے! یہ لیجیے، صاحب!" اس نے سگریٹ نوشی والے ڈبے کا دروازہ بند کر دیا اور اگلا دروازہ کھولا، جو خالی تھا، اور دونوں مسافروں کو اندر بھیج دیا۔ اسی وقت اس نے سیٹی بجائی اور ٹرین کے پیسے گھومنے لگے۔ سگار پینے والا شخص اپنی کھڑکی پر آیا اور گارڈ سے کچھ کہا، مگر روانگی کے شور میں اس کی آواز دب گئی۔ پامران اپنے مخصوص ڈبے میں چڑھ گیا اور اس واقعے کو بھول گیا۔

ٹرین کے روانہ ہونے کے بارہ منٹ بعد یہ ولزڈن جنکشن پہنچی، جہاں یہ مختصر وقت کے لیے رکی۔ ٹکٹوں کی جانچ سے ثابت ہوا کہ اس دوران کوئی مسافر نہ تو ٹرین میں سوار ہوا اور نہ ہی اترا، اور کسی کو پلیٹ فارم پر اترتے نہیں دیکھا گیا۔ شام ۵:۱۲ پر

ٹرین نے مانچسٹر کے لیے اپنا سفر دوبارہ شروع کیا اور ۶:۵۰ پر رگبی پہنچی، حالانکہ ایکسپریس ٹرین پانچ منٹ تاخیر کا شکار تھی۔

رگبی اسٹیشن پر عملے کی توجہ اس بات پر گئی کہ فرسٹ کلاس کے ایک ڈبے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب اس ڈبے اور اس کے ساتھ والے ڈبے کا معائنہ کیا گیا تو ایک حیران کن صورتحال سامنے آئی۔

وہ سگریٹ نوشی والا ڈبہ، جس میں چھوٹے قد کے سرخی مائل چہرے اور سیاہ داڑھی والے آدمی کو دیکھا گیا تھا، اب خالی تھا۔ وہاں صرف ایک آدھا جلا ہوا سگار تھا، اور اس آدمی کا کوئی اور نشان موجود نہیں تھا۔ اس ڈبے کا دروازہ بند تھا۔ دوسرے ڈبے میں، جس کی طرف سب سے پہلے توجہ دی گئی تھی، وہ لمبا آدمی اور وہ خاتون، جو اس کے ساتھ تھی، دونوں غائب تھے۔ یعنی تینوں مسافر لاپتہ ہو چکے تھے۔

مگر اس ڈبے میں، جہاں وہ لمبا مسافر اور خاتون بیٹھے تھے، ایک اور حیران کن چیز ملی۔ وہاں ایک نوجوان شخص پڑا تھا، جو نہایت شانستہ لباس میں اور خوش پوش نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنی ٹانگیں موڑ کر پڑا تھا، اس کا سر دوسرے دروازے سے لگا ہوا تھا، اور اس کے کہنی دونوں نشستوں پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اس کے سینے میں گولی لگی تھی، جو سیدھا دل میں پیوست ہو گئی تھی، اور وہ فوراً ہی ہلاک ہو چکا تھا۔

کسی نے بھی ایسے شخص کو ٹرین میں داخل ہوتے نہیں دیکھا تھا، اور اس کی جیب میں کوئی ریلوے ٹکٹ نہیں ملا۔ نہ اس کے کپڑوں پر کوئی شناختی نشان تھا، نہ کوئی کاغذات یا ذاتی سامان جو اس کی شناخت میں مدد دے سکتا۔ یہ شخص کون تھا؟ کہاں سے آیا تھا؟ اور اسے کس نے مارا؟ یہ سب اتنے ہی بڑے راز تھے جتنے کہ وہ تین افراد جو ایک گھنٹہ اور تیس منٹ پہلے ولزڈن سے انہی دو ڈبوں میں سوار ہوئے تھے، مگر اب غائب ہو چکے تھے۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا، اس نوجوان کی جیب میں کوئی ایسی چیز نہیں ملی جو اس کی شناخت میں مدد دے سکتی، لیکن ایک عجیب بات ضرور تھی جس پر سب نے حیرت کا اظہار کیا۔ اس کی جیبوں سے چھ قیمتی سونے کی گھڑیاں برآمد ہوئیں، جو مختلف جگہوں پر رکھی ہوئی تھیں۔ تین گھڑیاں اس کی واسکٹ کی مختلف جیبوں میں تھیں، ایک ٹکٹ رکھنے والی جیب میں، ایک سینے کی جیب میں، اور ایک چھوٹی گھڑی، جو چمڑے کے پٹے میں جڑی ہوئی تھی، اس کی بائیں کلائی پر بندھی ہوئی تھی۔

یہ سوچنا آسان تھا کہ وہ کوئی جیب کترا تھا اور یہ گھڑیاں چوری کی ہوئی تھیں، لیکن اس خیال کو اس وجہ سے مسترد کر دیا گیا کہ تمام گھڑیاں امریکی ساختہ تھیں، اور ایسا ڈیزائن تھا جو انگلینڈ میں بہت کم پایا جاتا تھا۔ تین گھڑیاں روچیٹر وچ میٹنگ کمپنی کی تھیں، ایک یسن المیراکی، ایک پر کوئی نشان نہیں تھا، اور سب سے چھوٹی گھڑی، جو انتہائی قیمتی اور جواہرات سے سجی ہوئی تھی، لٹنی، نیویارک کی بنی ہوئی تھی۔

اس کی جیب میں دیگر اشیاء بھی تھیں، جن میں ایک ہاتھی دانت کا چاقو جس میں کارک کھولنے والا لگا تھا، ایک چھوٹا گول آئینہ جو صرف ایک انچ قطر کا تھا، لاسیمٹھ میں دوبارہ داخلے کا ایک پرچی نما ٹکٹ، چاندی کا ایک ڈبہ جو ماچس کی تیلیوں سے بھرا ہوا تھا، اور ایک بھورا چمڑے کا سگار رکھنے والا کیس جس میں دو سگار موجود تھے۔ اس کے علاوہ، اس کے پاس دو پاؤنڈ اور چودہ شلنگ بھی تھے۔

یہ واضح تھا کہ جو بھی وجہ اس کی موت کی بنی، وہ چوری نہیں تھی۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، اس کے لباس پر کوئی ایسا نشان نہیں تھا جو اس کی شناخت میں مدد دے سکے۔ اس کا کوٹ بھی ایسا تھا جس پر درزی کا نام نہیں لکھا تھا۔

ظاہری شکل و صورت کے لحاظ سے وہ ایک کم عمر، چھوٹے قد کا، صاف چہرے والا اور نازک نقوش رکھنے والا نوجوان تھا۔ اس کے سامنے کے دانتوں میں سے ایک پر نمایاں طور پر سونے کی تہ چڑھی ہوئی تھی۔

جب یہ واقعہ سامنے آیا، تو فوری طور پر تمام مسافروں کے ٹکٹ چیک کیے گئے اور مسافروں کی گنتی کی گئی۔ معلوم ہوا کہ صرف تین ٹکٹ ایسے تھے جن کے مالک لاپتہ تھے، یعنی وہی تین مسافر جو غائب ہو چکے تھے۔ اس کے بعد ٹرین کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دی گئی، لیکن ایک نیا گارڈ اس کے ساتھ بھیج دیا گیا، جبکہ جان پامر کو گواہ کے طور پر رگبی میں روک لیا گیا۔

جس ڈبے میں یہ دونوں خاص کمپارٹمنٹ تھے، اسے ٹرین سے الگ کر کے ایک طرف کھڑا کر دیا گیا۔ پھر جب اسکاٹ لینڈ یارڈ کے انسپکٹر وین اور ریلوے کمپنی کے جاسوس مسٹر ہینڈرسن پہنچے، تو اس واقعے کی مکمل چھان بین شروع کر دی گئی۔

یہ بات یقینی تھی کہ کوئی جرم ہوا تھا۔ گولی، جو کسی چھوٹے پستول یا ریوالور سے چلائی گئی لگتی تھی، کچھ فاصلے سے فائر کی گئی تھی، کیونکہ کپڑوں پر جلن کے کوئی نشانات نہیں تھے۔ کمپارٹمنٹ میں کوئی ہتھیار نہیں ملا، جس سے خودکشی کا امکان ختم ہو گیا۔

گارڈ نے جس لمبے آدمی کے ہاتھ میں بھورا حمڑے کا بیگ دیکھا تھا، وہ بھی کہیں نہیں ملا۔ صرف ایک خاتون کی چھتری سامان رکھنے والی جگہ پر موجود تھی، مگر ان مسافروں کا کوئی اور نشان دونوں ڈبوں میں نہیں تھا۔

اس قتل کے علاوہ، سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ تین مسافر، جن میں ایک خاتون بھی شامل تھی، بغیر کسی رکے ہوئے اسٹیشن کے، ولزڈن اور رگبی کے درمیان ٹرین سے کیسے اتر گئے؟ اور ایک اور شخص ٹرین میں کیسے داخل ہو گیا؟ اس حیران کن واقعہ نے عوام میں شدید تجسس پیدا کر دیا اور لندن کے اخبارات میں اس پر کافی قیاس آرائیاں ہونے لگیں۔

گارڈ جان پامر نے نقشیت کے دوران کچھ معلومات فراہم کیں، جن سے معاملے پر کچھ روشنی پڑی۔ اس کے مطابق، ٹرنگ اور چیڈنگلٹن کے درمیان ایک جگہ تھی جہاں

پٹریوں کی مرمت کی جارہی تھی، جس کی وجہ سے ٹرین کچھ دیر کے لیے بہت آہستہ ہو گئی تھی، اس کی رفتار آٹھ سے دس میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں تھی۔

یہ ممکن تھا کہ کوئی آدمی، یا پھر کوئی غیر معمولی طور پر پھرتیلی خاتون، اس رفتار پر ٹرین سے اتر سکتی تھی، اور زیادہ چوٹ بھی نہ لگتی۔ یہ سچ تھا کہ وہاں ریل کی مرمت کرنے والے مزدور موجود تھے، لیکن انہوں نے کچھ نہیں دیکھا تھا۔

وجہ یہ تھی کہ وہ ہمیشہ پٹریوں کے درمیان کھڑے ہوتے تھے، اور جو دروازہ کھلا تھا وہ دوسری طرف تھا۔ اس لیے یہ ممکن تھا کہ کوئی مسافر اندھیرے میں ٹرین سے کود کر نظروں سے اوجھل ہو گیا ہو۔ وہاں ایک ڈھلوان بھی تھی، جو فوراً کسی چھلانگ لگانے والے شخص کو مزدوروں کی نظروں سے چھپا سکتی تھی۔

گارڈ نے یہ بھی بتایا کہ ولزڈن جنکشن کے پلیٹ فارم پر کافی ہلچل تھی۔ اگرچہ یہ یقینی تھا کہ وہاں سے کوئی مسافر ٹرین میں سوار نہیں ہوا اور نہ ہی کوئی اترا، لیکن یہ ممکن تھا کہ کسی نے ایک کمپارٹمنٹ سے دوسرے میں خاموشی سے جگہ بدل لی ہو۔

یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی کہ کوئی مسافر سگریٹ نوشی والے ڈبے میں سگار ختم کرنے کے بعد تازہ ہوا میں جانے کے لیے کسی دوسرے ڈبے میں منتقل ہو جائے۔

یہ تصور کرنا ممکن تھا کہ سیاہ داڑھی والے آدمی نے بھی ایسا ہی کیا ہو، خاص طور پر کیونکہ فرش پر آدھا جلا ہوا سگار موجود تھا، جو اس خیال کو مضبوط کرتا تھا۔ اگر اس نے ولزڈن میں کمپارٹمنٹ بدلا تو لازمی طور پر وہ اسی ڈبے میں گیا ہوگا، جہاں لمبا مسافر اور خاتون موجود تھے۔ اس طرح، کہانی کا پہلا مرحلہ تو اندازے سے سمجھا جاسکتا تھا، لیکن اس کے بعد کیا ہوا اور یہ سب کیسے انجام کو پہنچا، یہ نہ گارڈ سمجھ سکا اور نہ ہی تجربہ کار نفسیاتی افسران۔



ولزڈن اور رگبی کے درمیان ریلوے لائن کی باریک بینی سے جانچ پڑتال کے دوران ایک معمولی مگر دلچسپ چیز ملی، جو اس قتل کے معاملے سے جڑی ہو سکتی تھی یا نہیں بھی۔

ٹرننگ کے قریب، اسی مقام پر جہاں ٹرین کی رفتار کم ہوئی تھی، ڈھلوان کے نیچے ایک چھوٹی جیب میں رکھنے والی انجیل (بائبل) پائی گئی۔ یہ بہت پرانی اور کھسی ہوئی تھی۔ یہ لندن بائبل سوسائٹی کی چھاپی ہوئی تھی اور اس کے ابتدائی صفحے پر ایک تحریر لکھی تھی:

"حبان کی طرف سے ایس کے لیے، ۱۳ جنوری ۱۸۵۶"

اس کے نیچے مزید دو نام اور تاریخیں درج تھیں:

"جیمز، ۴ جولائی ۱۸۵۹"

"ایڈورڈ، انومبر ۱۸۶۹"

یہ تمام تحریریں ایک ہی ہاتھ سے لکھی گئی تھیں۔  
اگر اسے کوئی سراغ کہا جاسکتا تھا، تو یہی واحد چیز تھی جو پولیس کے ہاتھ لگی۔ تاہم، یہ کیس کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا، اور طبی معائنہ کار نے اس پر صرف یہی فیصلہ دیا۔  
"نامعلوم شخص یا اشخاص کے ہاتھوں قتل"

تمام اشتہارات، انعامی اعلانات، اور تحقیقات کسی کام نہ آسکیں، اور اس معاملے کو حل کرنے کے لیے کوئی ٹھوس بنیاد نہیں مل سکی۔ یہ پراسرار قتل یونہی معمہ بنا رہا۔

یہ سوچنا غلط ہوگا کہ اس واقعے کی وضاحت کے لیے کوئی نظریات پیش نہیں کیے گئے۔ درحقیقت، انگلینڈ اور امریکہ کے اخبارات میں کئی قیاس آرائیاں کی گئیں، لیکن ان میں سے زیادہ تر بے بنیاد اور ناقابل یقین تھیں۔

یہ حقیقت کہ مقتول کی گھڑیاں امریکی ساختہ تھیں اور اس کے سامنے کے دانت پر سونے کی خاص چمکدار تھ، اس خیال کو تقویت دیتی تھی کہ وہ امریکہ کا شہری ہو سکتا ہے۔ تاہم، اس کے کپڑے، جوتے، اور دیگر سامان برطانوی ساختہ تھے، جو معاملے کو مزید پیچیدہ بنا رہا تھا۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ شخص پہلے سے سیٹ کے نیچے چھپا ہوا تھا، اور جب دوسرے مسافروں نے اسے دیکھ لیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ ممکن ہے کہ اس نے کوئی راز سُن لیا ہو، جو ان کے لیے خطرہ بن سکتا تھا۔

یہ نظریہ ان خفیہ تنظیموں اور انتہا پسند گروہوں کے بارے میں عام خیالات سے جڑا تھا، جو خفیہ طور پر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔ کچھ لوگ سمجھتے تھے کہ عورتیں بھی انقلابی گروہوں میں سرگرم کردار ادا کرتی ہیں، اس لیے خاتون کا اس واقعے میں شامل ہونا حیران کن نہیں تھا۔

لیکن اگر اس نظریے کو مانا جائے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص دوسروں کے پہنچنے سے پہلے ہی کمپارٹمنٹ میں کیسے چھپ گیا؟ کیا واقعی اتفاق تھا کہ وہی لوگ اسی ڈبے میں پہنچے جہاں وہ پہلے سے چھپا ہوا تھا؟

اس کے علاوہ، اس وضاحت میں سگریٹ نوشی والے ڈبے میں موجود آدمی کے اچانک غائب ہونے کا کوئی ذکر نہیں تھا، جو اسے کمزور بنا دیتا تھا۔

پولیس نے جلد ہی ثابت کر دیا کہ یہ نظریہ تمام حقائق کا احاطہ نہیں کرتا، لیکن اس کے باوجود، وہ کوئی اور بہتر وضاحت پیش کرنے میں ناکام رہے، کیونکہ ٹھوس شواہد دستیاب نہیں تھے۔

ڈبلی گزٹ میں ایک مشہور تفتیشی ماہر کا دستخط شدہ ایک خط شائع ہوا، جس پر اس وقت کافی بحث ہوئی۔ اس نے ایک نظریہ پیش کیا جو اپنی جگہ ایک دلچسپ اور ذہانت پر مبنی قیاس آرائی تھی۔ میں اس کے اپنے الفاظ نقل کرنا بہتر سمجھوں گا۔

اس نے کہا۔

"جو بھی حقیقت ہو، وہ کسی نہ کسی غصیر معمولی اور نایاب واقعے پر مبنی ہوگی، اس لیے ہمیں ایسی ممکنہ صورت حال کو نظر میں رکھ کر ہی وضاحت کرنی چاہیے۔ چونکہ ہمارے پاس واضح شواہد نہیں ہیں، اس لیے ہمیں سائنسی اور تجربیاتی طریقے کو چھوڑ کر ایک مختلف انداز میں سوچنا ہوگا۔ سادہ الفاظ میں، بجائے اس کے کہ ہم پہلے سے معلوم حقائق سے نتیجہ اخذ کریں، ہمیں ایسی وضاحت ترتیب دینی چاہیے جو معلوم حقائق کے مطابق ہو۔ پھر، اگر نئے شواہد سامنے آئیں اور وہ اس وضاحت کے ساتھ مطابقت رکھتے ہوں، تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہم درست سمت میں جا رہے ہیں۔ ہر نئے شواہد کے ساتھ اس نظریے کی صداقت بڑھتی جائے گی، یہاں تک کہ یہ ایک حتمی اور قابل یقین حقیقت بن جائے۔"

اب، ایک اہم اور حیران کن نکتہ یہ ہے کہ جس پر زیادہ توجہ نہیں دی گئی۔ ہارواور کننگز لیننگلی کے راستے ایک مقامی ٹرین بھی چل رہی تھی، جو اسی وقت اس مقام سے گزر رہی تھی، جب ایکسپریس ٹرین کی رفتار کم ہو کر آٹھ میل فی گھنٹہ رہ گئی تھی، کیونکہ ریلوے لائن کی مرمت ہو رہی تھی۔

یہ دونوں ٹرینیں اس وقت ایک ہی سمت میں، تقریباً ایک جیسی رفتار سے، متوازی پٹریوں پر چل رہی تھیں۔ ہم سب نے کبھی نہ کبھی یہ مشاہدہ کیا ہوگا کہ جب دو ٹرینیں ایک ساتھ چلتی ہیں، تو ایک ٹرین کے مسافر دوسری ٹرین کے مسافروں کو آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔

چونکہ ایکسپریس ٹرین کی لائنیں ولزڈن میں روشن کر دی گئی تھیں، اس لیے اس کے ڈبے باہر سے دیکھنے والوں کے لیے بالکل واضح نظر آرہے تھے۔ یہ ایک ایسا نکتہ تھا، جو مزید تحقیق کا متقاضی تھا۔

اب میں ان واقعات کی ترتیب کو اپنے انداز میں یوں بیان کرتا ہوں۔  
یہ نوجوان، جس کی جیب میں غیر معمولی تعداد میں گھڑیاں تھیں، آہستہ چلنے والی ٹرین کے ایک ڈبے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ فرض کریں کہ اس کا ٹکٹ، کاغذات، دستا نے اور دیگر سامان اس کے برابر والی نشست پر رکھا تھا۔

یہ ممکن ہے کہ وہ ایک امریکی ہو اور ذہنی طور پر کمزور بھی ہو۔ بعض ذہنی بیماریوں میں زیادہ زیورات پہننے کا رجحان ایک ابتدائی علامت ہوتی ہے۔

جب وہ ایکسپریس ٹرین کے ڈبوں کو دیکھ رہا تھا، جو اسی رفتار سے اس کے برابر چل رہی تھی، تو اچانک اس نے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں وہ جانتا تھا۔

فرض کریں کہ ان میں ایک وہ خاتون تھی جس سے وہ محبت کرتا تھا، اور دوسرا وہ شخص تھا جس سے وہ شدید نفرت کرتا تھا — اور جو بدلے میں اس سے نفرت کرتا تھا۔

یہ نوجوان جذباتی اور بے قابو طبیعت کا مالک تھا۔ اس نے فوراً اپنے ڈبے کا دروازہ کھولا، اپنی ٹرین کے فٹ بورڈ پر قدم رکھا، اور پھر ایکسپریس ٹرین کے فٹ بورڈ پر چڑھ گیا۔ اس کے بعد دوسرا دروازہ کھولا اور ان دونوں کے سامنے جا پہنچا۔ اگر دونوں ٹرینیں ایک جیسی رفتار سے چل رہی تھیں تو یہ حرکت اتنی خطرناک نہیں تھی جتنی بظاہر لگتی ہے۔

اب، جب وہ نوجوان بغیر ٹکٹ کے اس ڈبے میں داخل ہو گیا جہاں وہ خاتون اور بڑا آدمی سفر کر رہے تھے، تو یقینی طور پر وہاں شدید جھگڑا ہوا ہوگا۔  
یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں بھی امریکی تھے، کیونکہ اس آدمی کے پاس ہتھیار تھا — جو انگلینڈ میں عام نہیں پایا جاتا۔

اگر ہمارا یہ مفروضہ درست ہے کہ نوجوان ذہنی مریض تھا، تو یہ ممکن ہے کہ اس نے پہلے حملہ کیا ہو۔ نتیجے کے طور پر، بڑے آدمی نے اس پر گولی چلا دی۔

اس کے بعد، اس آدمی نے جلدی سے خود کو اور خاتون کو ٹرین سے باہر نکال لیا۔ یہ سب بہت تیزی سے ہوا ہوگا، اور چونکہ اس وقت ٹرین کی رفتار صرف آٹھ میل فی گھنٹہ تھی، تو اترنا زیادہ مشکل نہ تھا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمیں پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ وہ خاتون واقعی ٹرین سے اتر چکی تھی۔

اور اب ہمیں اس شخص کو بھی شامل کرنا ہوگا جو سگریٹ پینے والے ڈبے میں تھا۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ہم نے اب تک اس واقعے کو درست طریقے سے سمجھا ہے، تو اس دوسرے آدمی کے بارے میں جاننے سے ہماری تحقیقات میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئے گی۔ میری رائے میں، اس شخص نے نوجوان کو ایک ٹرین سے دوسری ٹرین میں جاتے ہوئے دیکھا، دروازہ کھولتے دیکھا، گولی چلنے کی آواز سنی، دو لوگوں کو بھاگتے دیکھا، اور پھر خود بھی ان کا پیچھا کرنے کے لیے کود گیا۔

یہ بات واضح نہیں کہ وہ شخص بعد میں کہاں گیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسی کوشش میں مارا گیا ہو یا پھر اسے یہ احساس دلایا گیا ہو کہ اسے اس معاملے میں دخل نہیں دینا چاہیے۔ یہ وہ سوال ہے جس کا جواب ہمارے پاس فی الحال موجود نہیں۔

ابتدائی طور پر، ایسا لگتا ہے کہ قاتل کے لیے فرار ہوتے وقت ایک چمڑے کے بیگ کو ساتھ لے جانا عجیب بات ہے۔ لیکن میری دلیل یہ ہے کہ وہ جانتا تھا کہ اگر بیگ مل گیا تو اس کی شناخت ظاہر ہو جائے گی۔ اس لیے اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ بیگ اپنے ساتھ لے جائے۔ میری تفتیش کا انحصار ایک اہم نکتہ پر ہے، اور میں ریلوے کمپنی سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ یہ جانچ کرے کہ آیا ۸ مارچ کو ہاررو اور کننگز لینگلے کے درمیان مقامی ٹرین میں کوئی بغیر دعویٰ شدہ ٹکٹ ملا تھا یا نہیں۔ اگر ایسا ٹکٹ ملا، تو میری تفتیش درست ثابت ہو جائے گی۔ اگر نہیں، تب بھی یہ ممکن ہے کہ وہ شخص بغیر ٹکٹ کے سفر کر رہا ہو یا اس کا ٹکٹ گم ہو گیا ہو۔

لیکن پولیس اور ریلوے کمپنی نے اس مفروضے کو رد کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ۔  
× ایسا کوئی ٹکٹ نہیں ملا۔

× سست رفتار ٹرین کبھی بھی ایکسپریس ٹرین کے ساتھ ساتھ نہیں چلتی۔  
× جب ایکسپریس ٹرین ۵۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گزری، تب مقامی ٹرین کنٹرولنگ اسٹیشن پر رکی ہوئی تھی۔

یوں یہ واحد منطقی وضاحت بھی رد ہو گئی، اور پانچ سال گزر گئے مگر کوئی نیا سراغ نہیں ملا۔



مگر اب ایک بیان سامنے آیا ہے جو تمام سوالوں کے جواب دیتا ہے اور مستند سمجھا جاسکتا ہے۔ یہ ایک خط کی شکل میں تھا، جو نیویارک سے بھیجا گیا تھا اور اسی نقش کش کار کے نام تھا جس کی تھیوری ہم نے اوپر بیان کی۔ اس خط کو مکمل طور پر یہاں دیا جا رہا ہے، سوائے ابتدائی دو پیراگراف کے، جو ذاتی نوعیت کے ہیں۔

مجھے امید ہے کہ آپ برا نہیں منائیں گے اگر میں ناموں کے بارے میں زیادہ تفصیل نہ دوں۔ اب اس کی اتنی ضرورت نہیں جتنی پانچ سال پہلے تھی جب میری ماں زندہ تھی، لیکن پھر بھی میں اپنی شناخت زیادہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ البتہ، میں آپ کو وضاحت دینے کا پابند ہوں، کیونکہ اگرچہ آپ کی تحقیق غلط تھی، لیکن وہ کافی ذہانت سے تیار کی گئی تھی۔ میں پوری کہانی سمجھانے کے لیے تھوڑا پیچھے جانا چاہوں گا۔

میرے آباؤ اجداد انگلینڈ کے علاقے بکس سے تھے، اور وہ ۱۸۵۰ کی دہائی میں امریکہ ہجرت کر گئے۔ وہ نیویارک کے شہر روچسٹر میں آباد ہوئے، جہاں میرے والد کا ایک بڑا کپڑوں کا کاروبار تھا۔ ہمارے گھر میں صرف دو بیٹے تھے۔ میں، جیمز، اور

میرا بھائی ایڈورڈ۔ میں اپنے بھائی سے دس سال بڑا تھا، اور جب ہمارے والد کا انتقال ہوا تو میں نے بڑے بھائی ہونے کے ناطے اس کی دیکھ بھال شروع کر دی، جیسے ایک باپ کرتا ہے۔

ایڈورڈ بہت ذہین، خوش مزاج اور خوبصورت لڑکا تھا، لیکن اس میں ایک کمزوری تھی جو وقت کے ساتھ بڑھتی گئی۔ یہ کمزوری ایسی تھی جیسے پنیر میں پھسوندی لگ جائے۔ جس کا پھیلاؤ روکا نہیں جاسکتا۔ ماں بھی یہ بات جانتی تھی، لیکن وہ پھر بھی اسے لاڈ پیار دیتی رہی، کیونکہ ایڈورڈ میں ایسا انداز تھا کہ اسے کوئی کچھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔ میں نے اسے قابو میں رکھنے کی پوری کوشش کی، لیکن وہ میری روک ٹوک سے نفرت کرتا تھا۔

آخر کار، وہ مکمل طور پر اپنے راستے پر نکل گیا، اور ہم کچھ بھی کر لیتے، وہ نہ رکنے والا تھا۔ وہ نیویارک چلا گیا اور وہاں اس کی حالت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ پہلے وہ بس تیز رفتار زندگی گزار رہا تھا، پھر جرائم میں ملوث ہو گیا، اور چند سال کے اندر اندر وہ شہر کے بدنام ترین نوجوان مجرموں میں شامل ہو گیا۔

اس نے "اسپیرو میک کوئے" نامی ایک شخص سے دوستی کر لی، جو دھوکہ دہی اور فراڈ کا ماہر تھا۔ دونوں نے جو اکھیلنے اور امیر ہوٹلوں میں لوگوں کو بے وقوف بنانے کا کام شروع کر دیا۔ میرا بھائی ایک زبردست اداکار تھا—اگر وہ چاہتا تو ایمانداری سے نام کما سکتا تھا—لیکن اس نے دھوکہ دہی کا راستہ چن لیا۔ وہ کبھی ایک نوجوان برطانوی رئیس، کبھی ایک معصوم دیہاتی لڑکا، اور کبھی یونیورسٹی کا طالب علم بن کر لوگوں کو دھوکہ دیتا۔

ایک دن اس نے خود کو لڑکی کے روپ میں ڈھالا، اور اس نے یہ کام اتنے کمال انداز میں کیا کہ وہ ایک شاندار فریب کار بن گیا۔ اس کے بعد، یہ دونوں دوست اکثر اسی طریقے سے لوگوں کو دھوکہ دینے لگے۔ ان کی پولیس اور سیاسی لوگوں سے بھی

ملی بھگت تھی، اس لیے ان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا تھا۔ ان دنوں قانون کا وہ سخت نفاذ نہیں تھا، اور اگر کسی کے پاس اثر و رسوخ ہوتا، تو وہ تقریباً جو چاہتا کر سکتا تھا۔ اگر وہ صرف تاش کے کھیل اور نیویارک تک محدود رہتے تو کوئی انہیں نہیں روک سکتا تھا، لیکن انہوں نے روچسٹر آنے اور ایک چیک پر جعلی دستخط کرنے کی غلطی کر لی۔ یہ کام میرے بھائی نے کیا تھا، اگرچہ سب جانتے تھے کہ اسپیرومیک نے اسے ورغلیا تھا۔ میں نے وہ چیک خرید لیا، اور اس کے لیے مجھے ایک بڑی رقم ادا کرنی پڑی۔ پھر میں اپنے بھائی کے پاس گیا، چیک اس کے سامنے رکھا، اور اسے سختی سے کہا کہ اگر وہ ملک چھوڑ کر نہ گیا تو میں اس کے خلاف مقدمہ کر دوں گا۔

شروع میں وہ ہنسے لگا۔ اس نے کہا کہ میں کبھی مقدمہ نہیں کروں گا کیونکہ اس سے ہماری ماں کا دل ٹوٹ جائے گا، اور وہ جانتا تھا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا۔ لیکن میں نے اسے سمجھایا کہ ماں کا دل تو ویسے ہی ٹوٹ رہا ہے، اور میں یہ طے کر چکا ہوں کہ اگر اسے نیویارک کے ہوٹل میں رہتے دیکھنا ہے یا روچسٹر کی جیل میں، تو میں جیل کو ترجیح دوں گا۔ آخر کار، وہ مان گیا اور اس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ میک سے دوبارہ نہیں ملے گا، یورپ چلا جائے گا، اور میں جو بھی ایماندار کام اس کے لیے تلاش کروں گا، وہ اسے قبول کرے گا۔

میں اسے فوراً اپنے ایک پرانے خاندانی دوست، ولسن، کے پاس لے گیا۔ ولسن امریکہ میں گھریاں اور کلاک برآمد کرتا تھا۔ میں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ایڈورڈ کولنڈن میں اسجمنٹ بنادے، جس میں اسے ایک چھوٹی سی تنخواہ اور ہر فروخت پر ۱۵ فیصد کمیشن ملے۔ میرے بھائی کی شخصیت اور چال ڈھال اتنی متاثر کن تھی کہ ولسن فوراً مان گیا، اور ایک ہفتے کے اندر ہی ایڈورڈ گھریلوں کے نمونے لے کر لندن روانہ ہو گیا۔



مجھے لگا کہ چیک والے معاملے نے واقعی اسے خوفزدہ کر دیا تھا، اور شاید اب وہ ایماندار زندگی گزارنے کے بارے میں سنجیدہ ہو چکا تھا۔ ماں نے اس سے بات کی تھی، اور اس کے الفاظ نے اسے اندر سے بھینچھوڑ دیا تھا، کیونکہ وہ ہمیشہ اس کی لاڈلی ماں رہی تھی، اور وہی اس کی سب سے بڑی پریشانی بھی تھا۔ لیکن مجھے معلوم تھا کہ میک کا میرے بھائی پر بہت گہرا اثر تھا، اور اگر میں ایڈورڈ کو سیدھے راستے پر رکھنا چاہتا تھا، تو مجھے ہر صورت ان دونوں کے تعلق کو ختم کرنا تھا۔

نیویارک پولیس میں میرا ایک دوست تھا، اور میں نے اس کی مدد سے میک پر نظر رکھی۔ جب مجھے پتا چلا کہ ایڈورڈ کے روانہ ہونے کے دو ہفتے بعد میک بھی "ایڈرویا" نامی جہاز میں سفر کر رہا ہے، تو مجھے فوراً سمجھ آ گیا کہ وہ لندن جا رہا ہے تاکہ ایڈورڈ کو دوبارہ اپنے ساتھ جرم کی دنیا میں لے جائے۔

مجھے معلوم تھا کہ یہ ایک ہارنے والی جنگ ہے، لیکن میری ماں اور میں نے اسے میرا فرض سمجھا۔ ہم نے آخری رات مل کر دعا میں گزار دی، اور ماں نے مجھے وہی بائبل دی جو میرے والد نے انہیں شادی کے دن تحفے میں دی تھی، تاکہ میں اسے ہمیشہ اپنے دل کے قریب رکھ سکوں۔

میں میک کے ساتھ اسی جہاز پر سفر کر رہا تھا، اور کم از کم اس بات کی تسلی تھی کہ میں نے اس کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔ پہلے ہی دن میں سگریٹ نوشی والے کمرے میں گیا اور اسے تاش کی میز کے سربراہ کی حیثیت سے پایا۔ وہاں چند نوجوان لڑکے بھی تھے، جن کی جیبیں بھری ہوئی تھیں لیکن دماغ خالی تھے، اور وہ یورپ جا رہے تھے۔ میک اپنے شکار کے لیے پوری طرح تیار تھا اور اسے ایک بڑی کامیابی ملنے والی تھی، لیکن میں نے یہ سب بدل دیا۔

میں نے کہا، "نوجوانوں، کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کس کے ساتھ کھیل رہے ہیں؟"

میک نے غصے میں آکر کہا، "یہ تمہارا مسئلہ نہیں، اپنے کام سے کام رکھو!"  
ان میں سے ایک نوجوان نے پوچھا، "یہ کون ہے؟"

میں نے جواب دیا، "یہ میک ہے، امریکہ کا سب سے بڑا جوا باز اور دھوکے باز!"  
یہ سنتے ہی وہ اچانک کھڑا ہو گیا اور ہاتھ میں بوتل اٹھالی، لیکن اسے یاد آ گیا کہ وہ اب ایسے ملک میں تھا جہاں قانون پر عمل کیا جاتا ہے، اور جہاں تشدد یا قتل کی سزا جیل یا پھانسی ہو سکتی تھی۔ یہاں وہ نیویارک کی طرح کسی خفیہ راستے سے بچ کر نکل نہیں سکتا تھا۔

وہ غصے میں بولا، "ثابت کرو جو کہہ رہے ہو!"  
میں نے کہا، "ضرور! اگر تم اپنی دانتیں آستین کو کندھے تک چڑھاؤ، تو میں اپنی بات ثابت کروں گا، ورنہ اپنی بات واپس لے لوں گا۔"

اس کا چہرہ ایک دم سفید پڑ گیا، اور وہ خاموش ہو گیا۔ میں اس کے طریقوں کو جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ دھوکہ باز اکثر اپنی آستین میں ایک خاص قسم کی پگھلاؤ والی اور کھپ لگاتے ہیں، جس کی مدد سے وہ تماش کے غیر ضروری پتوں کو چھپا کر دوسرے کارڈ نکال سکتے ہیں۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اس کے پاس بھی یہی چالاکی ہوگی، اور میرا اندازہ بالکل درست نکلا۔ وہ مجھے بددعائیں دیتا ہوا وہاں سے نکل گیا اور پورے سفر کے دوران مشکل سے ہی کہیں نظر آیا۔ کم از کم ایک بار تو میں نے میک کو مات دے دی تھی۔

لیکن جلد ہی اس نے مجھ سے بدلہ لے لیا، کیونکہ جب میرے بھائی کو قابو میں رکھنے کی بات آئی، تو اس کا اثر مجھ سے زیادہ تھا۔ ایڈورڈ نے لندن میں کچھ ہفتے ایمانداری سے کام کیا اور امریکی گھڑیوں کا کاروبار بھی کیا، لیکن جیسے ہی میک دوبارہ اس کے راستے میں آیا، سب کچھ بدل گیا۔ میں نے اپنی پوری کوشش کی، لیکن وہ بے فائدہ رہی۔

کچھ ہی دنوں بعد، مجھے شام کے اخبار میں خبر ملی کہ نار تھمبر لینڈ ایونیو کے ایک ہوٹل میں ایک مسافر کو دو دھوکہ بازوں نے بڑی رقم سے محروم کر دیا ہے، اور معاملہ اسکاٹ لینڈ یارڈ کے ہاتھ میں ہے۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ ایڈورڈ اور میک کا کام تھا۔ میں فوراً ایڈورڈ کی رہائش گاہ پہنچا، لیکن وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ وہ ایک لمبے شخص (جسے میں میک کے طور پر پہچان گیا) کے ساتھ جا چکا ہے اور اپنا سامان بھی لے گیا ہے۔ مالکن نے بتایا کہ وہ دونوں کئی مقامات کے نام لیتے رہے، اور آخر میں انہوں نے کوپوان کو "یوسٹن اسٹیشن" جانے کا کہا۔ اس نے یہ بھی سنا کہ وہ "مانچسٹر" جانے کی بات کر رہے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ اسی طرف جا رہے تھے۔

میں نے ٹرین کے وقت کا شیڈول دیکھا تو معلوم ہوا کہ سب سے مناسب ٹرین شام پانچ بجے کی تھی، لیکن ایک اور ٹرین ۳۵:۲ پر بھی تھی، جس میں وہ جاسکتے تھے۔ میرے پاس صرف بعد والی ٹرین پکڑنے کا وقت تھا، لیکن جب میں اسٹیشن پہنچا تو وہاں یا ٹرین میں ان دونوں کا کوئی نشان نہیں ملا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ پہلے والی ٹرین سے جا چکے تھے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ میں مانچسٹر جا کر ہوٹلوں میں ان کی تلاش کروں گا۔ شاید اپنی ماں کی محبت کی آخری اپیل میرے بھائی کو بچا سکتی۔

میرا ذہن بہت بے چین تھا، اس لیے میں نے خود کو سنبھالنے کے لیے ایک سگار جلایا۔ عین اسی لمحے، جب ٹرین چلنے والی تھی، میرے ڈبے کا دروازہ زور سے کھلا، اور میں نے دیکھا کہ پلیٹ فارم پر میک اور میرا بھائی کھڑے ہیں۔

دونوں نے اپنا حلیہ بدلا ہوا تھا، اور یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں تھی کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ لندن پولیس ان کے پیچھے ہے۔ میک نے ایک بڑا قیمتی کھال کا کار اوپر کھینچ رکھا تھا، جس سے صرف اس کی آنکھیں اور ناک نظر آرہی تھیں۔ میرا بھائی عورت کے لباس میں تھا، اور اس کے چہرے پر سیاہ نقاب آدھا گرا ہوا تھا، لیکن یہ بہروپ مجھے

ایک لمحے کے لیے بھی دھوکہ نہیں دے سکا۔ یہاں تک کہ اگر میں نہ جانتا کہ وہ پہلے بھی کئی بار ایسا بھیس بدل چکا ہے، تب بھی میں اسے فوراً پہچان لیتا۔

جیسے ہی میں اٹھا، میک نے مجھے پہچان لیا۔ اس نے کچھ کہا، کنڈکٹر نے دروازہ زور سے بند کر دیا، اور انہیں اگلے ڈبے میں بٹھا دیا گیا۔ میں نے ٹرین کو روکنے کی کوشش کی تاکہ میں ان کا پیچھا کر سکوں، لیکن پیسے پہلے ہی چل چکے تھے، اور اب رکنا ممکن نہیں تھا۔

جب ٹرین ولزڈن اسٹیشن پر رکی، تو میں نے فوراً اپنا ڈبہ بدل لیا۔ لگتا تھا کہ کسی نے مجھے ایسا کرتے نہیں دیکھا، جو حیران کن نہیں تھا کیونکہ اسٹیشن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ میک، ظاہر ہے، میرے آنے کی توقع کر رہا تھا، اور اس نے یوسٹن سے ولزڈن تک کے سفر کے دوران میرے بھائی کو میرے خلاف کرنے کی پوری کوشش کی تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ میں نے آج تک اپنے بھائی کو اتنا ضدی اور سخت دل نہیں دیکھا تھا۔

میں نے ہر ممکن طریقے سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ میں نے اسے بتایا کہ اگر وہ میک کے ساتھ رہا، تو اس کا انجام انگلینڈ کی جیل میں ہوگا۔ میں نے اسے وہ دکھ سنائے جو ماں کو سہنے پڑیں گے جب میں یہ خبر لے کر واپس جاؤں گا۔ میں نے وہ سب کچھ کہا جو اس کا دل پگھلا سکتا تھا، لیکن سب بے سود رہا۔ وہ بس بے پروائی سے بیٹھا رہا، اس کے خوبصورت چہرے پر ایک زہریلی مسکراہٹ جمی ہوئی تھی، جبکہ ہر کچھ دیر بعد میک کوئی طنز کر دیتا یا میرے بھائی کو مزید سخت رہنے کی ترغیب دیتا۔

"تمہیں اتوار کے دن اسکول کیوں نہیں چلانا چاہیے؟" میک نے طنزیہ انداز میں کہا، اور پھر فوراً میرے بھائی سے مخاطب ہو کر بولا، "یہ سمجھتا ہے کہ تمہاری کوئی اپنی مرضی نہیں ہے۔ یہ سوچتا ہے کہ تم ابھی تک چھوٹے بھائی ہو اور وہ تمہیں جیسے

چاہے چلا سکتا ہے۔ اسے ابھی پتہ چل رہا ہے کہ تم بھی اتنے ہی بڑے آدمی ہو جتنا یہ خود۔"

اس کے ان الفاظ نے مجھے غصے میں بھر دیا، اور میں نے تلخی سے بات کرنا شروع کر دی۔ تب تک ہم ولزڈن اسٹیشن کو کافی پیچھے چھوڑ چکے تھے، کیونکہ یہ سب کچھ ہونے میں کچھ وقت لگ چکا تھا۔ پہلی بار، میں نے اپنے بھائی کو اپنے سخت رویے کا سامنا کروایا۔ شاید بہتر ہوتا اگر میں نے یہ پہلے ہی کر لیا ہوتا۔

"آدمی؟" میں نے طنز کہا۔ "اچھا ہوا تمہارے دوست نے یہ بتا دیا، ورنہ تمہیں دیکھ کر تو کوئی نہیں کہہ سکتا تھا۔ تم تو کسی اسکول کی نازک سی لڑکی لگ رہے ہو! اس پورے ملک میں تم سے زیادہ بزدل اور شرمناک حالت میں کوئی اور ہوگا بھی نہیں، جیسا کہ تم اس گڑیا جیسے لباس میں بیٹھے ہو!"

یہ سن کر وہ شرمندہ ہوا، کیونکہ وہ اپنی شکل و صورت کو لے کر حساس تھا اور مذاق برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"یہ صرف ایک کوٹ ہے،" اس نے جھینپ کر جواب دیا، اور اسے اتار دیا۔ "پولیس کو چکر دینے کے لیے یہ پہنا ضروری تھا، اور میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔" پھر اس نے اپنا اوپری حلیہ اور نقاب بھی اتار کر دونوں چیزیں اپنے بھورے بیگ میں ڈال دیں۔ "ویسے بھی، جب تک کنڈکٹر نہیں آتا، مجھے اسے پہننے کی ضرورت نہیں،" اس نے کہا۔

"اور اب کبھی بھی نہیں،" میں نے جواب دیا، اور پورے زور سے اس کا بیگ کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ "اب، جب تک میں زندہ ہوں، تم دوبارہ کسی لڑکی کا بہروپ نہیں بھرو گے! اگر تمہیں صرف اس بھیس کے سہارے جیل سے بچنا ہے، تو بہتر ہوگا کہ تم جیل ہی چلے جاؤ!"

یہی وہ طریقہ تھا جس سے میں اس پر قابو پاسکتا تھا۔ میں نے فوراً محسوس کیا کہ اب میں غالب آ رہا ہوں۔ اس کی شخصیت ایسی تھی کہ وہ پیار کے بجائے سختی کے آگے زیادہ جلدی جھک جاتا تھا۔ وہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا، اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔ لیکن میک نے بھی یہ بجانب لیا تھا کہ میں جیتنے والا ہوں، اور وہ کسی صورت مجھے کامیاب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"یہ میرا ساتھی ہے، اور میں تمہیں اسے دھمکانے نہیں دوں گا!" میک نے غصے سے کہا۔

"یہ میرا بھائی ہے، اور میں تمہیں اسے تباہ کرنے نہیں دوں گا!" میں نے جواب دیا۔ "مجھے لگتا ہے کہ جیل کا ایک وقت ہی تم دونوں کو الگ کرنے کا بہترین حل ہے، اور میں اسے یقینی بنا کر رہوں گا!"

"اوہ، تم دھوکہ دو گے؟" میک نے چیخ کر کہا، اور اچانک اس نے اپنی ریوالتور نکال لی۔ میں نے اس کے ہاتھ کی طرف لپکنے کی کوشش کی، لیکن یہ دیکھ کر کہ میں دیر کر چکا ہوں، میں ایک طرف ہٹ گیا۔ اگلے ہی لمحے، گولی چل گئی۔ اور جو گولی مجھے لگنی تھی، وہ سیدھی میرے بد قسمت بھائی کے دل میں جا لگی۔

میرے بھائی نے ایک بھی آواز نکالے بغیر کمپارٹمنٹ کے فرش پر گر کر دم توڑ دیا۔ میں اور میک، دونوں ہی صدمے میں، اس کے دونوں طرف گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے، اس کی سانسیں بحال کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

میک کے ہاتھ میں اب بھی بھری ہوئی ریوالتور تھی، لیکن نہ اس وقت اسے مجھ پر غصہ تھا اور نہ مجھے اس پر۔ یہ اچانک پیش آنے والا حادثہ ہم دونوں کے تمام جذبات پر حاوی ہو چکا تھا۔

سب سے پہلے میک کو صورتِ حال کی سنگینی کا احساس ہوا۔ اسی لمحے ٹرین کسی وجہ سے بہت آہستہ چل رہی تھی، اور اسے فرار کا موقع نظر آیا۔ ایک لمحے میں اس نے دروازہ کھول دیا، لیکن میں بھی اتنی ہی تیزی سے حرکت میں آیا۔

میں نے اس پر چھلانگ لگا دی، اور ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ لیپٹ ہوئے پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے اور ایک ڈھلوان پر لڑھکتے چلے گئے۔

نیچے پہنچتے ہی میرا سر ایک پتھر سے جا ٹکرایا، اور اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں رہا۔ جب مجھے ہوش آیا، تو میں جھاڑیوں کے بیچ لیٹا تھا، ریلوے پٹری سے زیادہ دور نہیں، اور کوئی میرے سر پر گیلارومال رکھ کر میری چوٹ کو دبا رہا تھا۔ وہ شخص میک تھا۔

"میں تمہیں چھوڑ کر نہیں جاسکا،" اس نے کہا۔ "میں ایک ہی دن میں تم دونوں بھائیوں کی موت کا ذمہ دار نہیں بننا چاہتا تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنے بھائی سے بہت محبت کرتے تھے، لیکن شاید تمہیں اندازہ نہیں کہ میں بھی اس سے اتنا ہی پیار کرتا تھا، حالانکہ میرے طریقے عجیب تھے۔ بہر حال، اس کے جانے کے بعد دنیا بالکل خالی لگ رہی ہے، اور اب مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ تم مجھے پولیس کے حوالے کر دیا نہیں۔"

گرنے کے دوران اس کا ٹخنہ مڑ گیا تھا، اور میں سر کی چوٹ سے تکلیف میں تھا۔ ہم دونوں وہیں بیٹھ گئے، اور ایک دوسرے سے باتیں کرنے لگے۔ آہستہ آہستہ میرا غصہ کم ہونے لگا اور میں کچھ ہمدردی محسوس کرنے لگا۔ اب اس کی موت کا بدلہ لینے کا کیا فائدہ تھا، جب کہ وہ شخص خود بھی اتنا ہی صدمے میں تھا جتنا میں؟

پھر جیسے جیسے میرے حواس بحال ہونے لگے، مجھے احساس ہوا کہ اگر میں میک کے خلاف کچھ بھی کرتا، تو اس کا اثر صرف اسی پر نہیں، بلکہ میری ماں اور مجھ پر بھی پڑتا۔ ہم اسے کیسے سزا دلا سکتے تھے، جب کہ ایسا کرنے کے لیے میرے بھائی کی مجرمانہ

زندگی کا پورا سچ سب کے سامنے لانا پڑتا؟ یہی وہ چیز تھی جسے ہم سب سے زیادہ چھپانا چاہتے تھے۔ حقیقت یہ تھی کہ یہ معاملہ دبانے میں ہمارا بھی اتنا ہی فائدہ تھا جتنا میک کا۔

اس لمحے، میں ایک مجرم کو کیفر کردار تک پہنچانے والا نہیں، بلکہ انصاف کے خلاف سازش کرنے والا بن چکا تھا۔

جس جگہ ہم موجود تھے، وہ پرندوں کے شکار کے لیے مخصوص ایک نجی جنگل تھا، جو انگلینڈ میں عام پائے جاتے ہیں۔ ہم اندھیرے میں وہاں سے راستہ بنانے کی کوشش کر رہے تھے، اور میں وہی شخص، جس نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا، اسی سے مشورہ کر رہا تھا کہ یہ معاملہ کتنی حد تک دبایا جاسکتا ہے۔

مجھے جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ جب تک میرے بھائی کی جیب میں کوئی ایسے کاغذات نہ ہوں جن کے بارے میں ہمیں علم نہ ہو، پولیس کے پاس اس کی شناخت معلوم کرنے یا یہ جاننے کا کوئی طریقہ نہیں تھا کہ وہ وہاں کیسے پہنچا۔ اس کا ٹکٹ میک کے پاس تھا، اور اسی کے پاس وہ بیگ کا ٹکٹ بھی تھا جو انہوں نے اسٹیشن پر چھوڑا تھا۔ زیادہ تر امریکیوں کی طرح، میرے بھائی کے لیے یہ زیادہ سستا اور آسان تھا کہ وہ نیویارک سے کپڑے لانے کے بجائے لندن میں نیا سامان خرید لے، اس لیے اس کے تمام کپڑے باریک، نئے اور بغیر کسی شناختی نشان کے تھے۔ جو بیگ میں نے کھڑکی سے باہر پھینکا تھا، وہ شاید کسی جھاڑی میں جا گرا ہوگا، جہاں وہ آج بھی چھپا ہو سکتا ہے، یا ممکن ہے کسی آوارہ شخص کے ہاتھ لگ گیا ہو، یا پھر پولیس کے قبضے میں آ گیا ہو، جنہوں نے معاملہ چھپانے رکھا۔

بہر حال، میں نے اس بارے میں لندن کے اخبارات میں کچھ نہیں پڑھا۔ جہاں تک گھڑیوں کا تعلق تھا، وہ ان نمونوں میں سے تھیں جو اسے کاروباری مقاصد کے



لیے دی گئی تھیں۔ ممکن ہے کہ وہ انہیں واقعی کاروبار کے لیے مانچسٹر لے جا رہا ہو، لیکن... اب اس بحث کا کوئی فائدہ نہیں۔

میں پولیس کو اس معاملے میں غلطی کا الزام نہیں دے سکتا۔ ان کے پاس تحقیق کرنے کے لیے کچھ زیادہ سراغ موجود ہی نہیں تھا۔ بس ایک چھوٹا سا اشارہ ایسا تھا جس سے وہ آگے بڑھ سکتے تھے، لیکن وہ بھی معمولی تھا۔

یہ وہ چھوٹا، گول آئینہ تھا جو میرے بھائی کی جیب میں پایا گیا تھا۔ ایک عام نوجوان کے لیے ایسا آئینہ ساتھ رکھنا غیر معمولی بات تھی، ہے نا؟ لیکن ایک جواری جانتا ہوگا کہ ایک دھوکہ باز کے لیے یہ آئینہ کتنی اہم چیز ہے۔

اگر آپ تاش کی میز سے ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھیں اور آئینہ اپنی گود میں رکھیں، تو جب آپ تاش بانٹ رہے ہوتے ہیں، تو آپ اپنے مخالف کے تمام کارڈز بھی آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ جب آپ کو پتہ ہو کہ دوسرا کھلاڑی کون سے کارڈ رکھتا ہے، تو آپ با آسانی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ آپ بازی کھیلیں یا ہار جائیں۔

یہ آئینہ اتنا ہی ضروری دھوکہ دہی کا آلہ تھا جتنا کہ میک کی آستین میں لگا ہوا خفیہ کلپ۔

اگر پولیس اس بات کو جوڑتی اور اسے حالیہ ہوٹلوں میں ہونے والے دھوکہ دہی کے کیسز کے ساتھ ملائی، تو شاید انہیں حقیقت کا کچھ اندازہ ہو جاتا۔

میرے خیال میں اب زیادہ وضاحت دینے کی ضرورت نہیں۔ اس رات ہم "ایمرشام" نامی ایک گاؤں پہنچے، جہاں ہم نے خود کو پیدل سفر کرنے والے شریف حضرات کے طور پر ظاہر کیا۔ اس کے بعد، ہم خاموشی سے لندن واپس آ گئے۔ وہاں سے میک قاہرہ چلا گیا، اور میں نیویارک لوٹ آیا۔

چھ ماہ بعد میری ماں کا انتقال ہو گیا، اور خوش قسمتی سے مرنے سے پہلے وہ کبھی حقیقت نہیں جان سکی۔ وہ ہمیشہ یہی سمجھتی رہی کہ ایڈورڈ لندن میں ایمانداری سے کام کر رہا ہے۔ میں اسے سچ بتانے کی ہمت کبھی نہ کر سکا۔

ایڈورڈ نے کبھی کوئی خط نہیں بھیجا، لیکن وہ ویسے بھی کبھی لکھنے کا عادی نہیں تھا، اس لیے ماں کو اس کا زیادہ احساس نہ ہوا۔ لیکن مرنے سے پہلے اس کے لبوں پر آخری نام بھی ایڈورڈ کا تھا۔

آخر میں، آپ سے ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ یہ میرے لیے کر سکیں تو میں اسے آپ کی مہربانی سمجھوں گا۔

آپ کو یاد ہو گا کہ وہ بائبل ملی تھی جو میں ہمیشہ اپنی اندرونی جیب میں رکھتا تھا۔ جب میں گرا، تو وہ بھی کہیں گر گئی ہوگی۔

یہ میرے لیے بہت قیمتی ہے کیونکہ یہ ہمارے خاندان کی نشانی ہے، اور اس کے شروع میں میرے اور میرے بھائی کی پیدائش میرے والد نے اپنے ہاتھ سے درج کی تھی۔

یہ کسی اور کے لیے بے کار چیز ہوگی، لیکن میرے لیے بہت اہم ہے۔ براہ کرم، صحیح جگہ درخواست دیں اور اسے میرے پاس بھجوانے کا بندوبست کریں۔

پتہ یہ ہے۔

"X"، باسانو کی لائبریری، براڈوے، نیویارک  
اگر آپ اسے وہاں بھیج دیں، تو یہ ضرور مجھ تک پہنچ جائے گا۔

## پیش لفظ

"گھڑیوں والا آدمی" سر آر تھر کونن ڈوئل کی ایک مختصر پراسرار کہانی ہے۔ یہ ایک حیران کن قتل کے بارے میں ہے جو ایک ٹرین میں پیش آتا ہے۔ یہ عجیب صورتحال تحقیقات کو مزید الجھا دیتی ہے۔

کہانی میں قدم بہ قدم راز کھلتے ہیں، اور پتہ چلتا ہے کہ معاملہ صرف قتل کا نہیں بلکہ دھوکہ دہی، غلط شناخت، اور ایک بڑی سازش سے جڑا ہوا ہے۔ آر تھر کونن ڈوئل نے اس کہانی میں دلچسپ سراغ اور معمہ شامل کیا ہے، جو قاری کو آخر تک سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

مترجم : مظہر حسین

ایم اے (بین الاقوامی تعلقات)

0312-2433707